دورِ جاہلیت کے مظاہر اور اسلامی تعلیمات: تقابل اور رہنمائی

Manifestations of the Age of Ignorance and Islamic Teachings: A Comparative Study and Guidance

Muhammad Ibrahim Tahir Kailani
PhD Scholar, Department of Islamic Studies,
University of Okara, Okara, Pakistan:
kailanisipra@gmail.com

Dr. Muhammad Zaid Lakhvi
Assistant Professor, Department of Islamic Studies,
University of Okara, Okara, Pakistan:
zlakhvi@uo.edu.pk

Abstract:

The era of Jāhiliyya (Age of Ignorance) is marked by cultural, moral, and social practices prevalent in pre-Islamic Arabia that were later transformed by the advent of Islam. This study examines the key manifestations of Jāhiliyya, such as idol worship, tribalism, social injustices, and moral decline, and contrasts them with the transformative principles introduced by Islamic teachings. Islam redefined the social and spiritual framework, introducing monotheism, equality, justice, and moral excellence as cornerstones of its civilization. The study employs a comparative approach to highlight how Islamic teachings eradicated harmful practices, replacing them with principles that ensured individual dignity and societal harmony. Furthermore, this research explores the enduring relevance of these transformations, addressing how the lessons from Jāhiliyya can be applied in the modern context to combat prevalent challenges such as moral decay and social inequality. The study concludes with actionable recommendations to foster understanding of Islamic values as a source of guidance for both individual and collective development.

Keywords: *Jāhiliyya, Islamic teachings, societal transformation, moral values, pre-Islamic practices.*

تعارف موضوع

دورِ جاہلیت، اسلام کے ظہور سے پہلے عرب معاشرت میں رائج اخلاقی، سماجی اور مذہبی بگاڑ کا عکاس تھا۔ اس دور میں بت پرستی، قبائلی تعصب، سماجی ناانصافی، اور اخلاقی انحطاط عام تھے۔ یہ مقالہ دورِ جاہلیت کے ان نمایاں مظاہر کا تحقیقی

جائزہ لیتا ہے اور اسلامی تعلیمات کے ذریعے ہونے والی تبدیلیوں کو واضح کرتا ہے۔ اسلام نے توحید، مساوات، عدل، اور اخلاقی اقدار کو فروغ دے کر ان منفی رجحانات کو ختم کیا اور انسانی معاشرت کو ایک نیا نظام عطا کیا۔ یہ تحقیقی مقالہ تقابلی نقطہ نظر اپناتے ہوئے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ان مسائل کا تجزیہ کرتا ہے اور ان کی اہمیت کو جدید دور میں درپیش چیلنجز کے تناظر میں اجاگر کرتا ہے۔ یہ تحقیق دورِ جاہلیت کے مظاہر اور اسلامی تعلیمات کے اصولوں کے مابین موجود فرق کو سمجھنے میں مدد دیتی ہے اور یہ بھی واضح کرتی ہے کہ اسلامی تعلیمات کس طرح سے فرد اور معاشرت دونوں کی اصلاح کا ذریعہ بنتی ہیں۔

مبحث اول: اسلامی تشخص کی حفاظت اور غیر مسلموں کی مشابہت سے اجتناب

تمام ادیان میں صرف دینِ اسلام کو ہی جامع، کامل و اکمل ہونے کا شرف حاصل ہے۔ دنیا کے کسی خطے میں رہنے والا کوئی بھی انسان ہو، کسی بھی زبان کا ہو، کسی بھی نسل کا ہو، اگر وہ اپنی زندگی کے کسی بھی شعبے کے بارے میں راہنمائی لینا چاہتا ہو، تو اس کے لیے اسلام میں راہنمائی کا سامان موجود ہے۔ اگر مسلمان اپنی زندگی کے معمولات سرانجام دینے میں اسلامی احکامات کی طرف دیکھنے کے بجائے اسلام دشمن لوگوں کی طرف دیکھتا ہے، ان کے طور طریقوں کو اختیار کرتا ہے، یہ طور طریقے، شکل وصورت میں ہوں یا لباس میں، کھانے میں ہوں یا سونے میں، معاملات میں ہوں یا معاشرت میں، اَخلاق میں ہوں یا کسی بھی طریقے میں ہوں تو اس امر کو اسلام میں سخت ناپسند کیا گیا ہے، ایسے شخص کی پُرزور مذمت کرتے ہوئے اس کی حوصلہ شکنی کی گئی ہے۔ رسول اللہ نے صاف فیصلہ سنا دیا ہے کہ من تشبه بقوم فهو منهم "جو شخص دنیا میں کسی کی مشابہت اختیار کرے گا، کل قیامت میں اس کا حشر اسی شخص کے ساتھ ہو گا،" اس لیے بہت ضروری ہے کہ ہم اپنی زندگی کے کسی بھی موڑ پر، کسی بھی کام میں غیر مسلموں کا طریقہ یا مشابہت اختیار نہ کریں۔ رسول اللہ نے پیش گوئی ارشاد فرمائی:

اَ. حدیثِ رسول ﷺ میں لفظ "سنن" کی وضاحت

'لتتبعن سنن من كان قبلكم شبراً بشبرٍ وذراعا بذراع'[1]

[1] صحيح البخاري، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب قول النبيﷺ لَتَتَّبِعُنَّ سنن من كان قبلكم، رقم الحديث: 7320۔

Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, Kitāb al-I'tiṣām bil-Kitāb wal-Sunnah, Bāb Qawl al-Nabī ﷺ Lataṭṭabi'unna Sunan Man Kān Qablakum, Raqm al-Ḥadīth: 7320.

"تم ضرور اپنے سے پہلوں کی ہو بہو اسی طرح پیروی کرو گے، بالشت بقدر ایک بالشت اور ہاتھ بقدر ایک ہاتھ۔"

اس حدیث میں لفظ سنن استعمال ہوا ہے۔ علمائے کرام کہتے ہیں کہ اس میں کفار کے عقائد، عبادات، احکام وعادات، طور واطوار، عیدیں اور تہوار بھی شامل ہیں۔

ب. حجۃ الوداع کے خطبے کی اہمیت

سید المرسلین محمد نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنی امت کے سامنے خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے جاہلیت کی گمراہی اور ملت حنیف سے انحراف کے تمام امور کو اپنے قدموں میں ختم کر دیا۔ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا:

'الاكل شيء من أمر الجاهلية تحت قدمي موضوع، ودماء الجاهلية موضوعة، وإن اول دم أضع من دمائنا دم ابن ربيعة بن الحارث كان مسترضعاً فى بني سعد فقتلته هذيل، وربا الجاهلية موضوع، وأول رباً أضع ربانا ربا عباس بن عبدالمطلب، فان موضوع كله' [2]

"جان لو! بلاشبہ جاہلیت کے تمام معاملات کو میں اپنے قدموں کے نیچے روندتا ہوں، جاہلیت کے تمام خون کالعدم قرار دیتا ہوں، سب سے پہلے میں اپنے مقتول ابن ربیعہ بن حارث کا خون معاف کرتا ہوں جو بنی سعد میں رضاعت کے لیے موجود تھا اور اسے ہُذیل نے قتل کیا۔ جاہلیت کے تمام سود کالعدم ہو گئے ہیں اور سب سے پہلے میں عباس بن عبد المطلب کا سود ختم کرتا ہوں۔ بلاشبہ یہ تمام ختم ہو چکے ہیں۔"

ت. جاہلیت کے مظاہر

امور جاہلیت میں یہ حدیث ایک مثال ہے کہ جاہلیت میں عرب کس طرح جانی اور مالی ظلم وزیادتی کرتے تھے۔ اس طرح ہر معاملے میں دین حق سے برگشتہ ہو چکے تھے۔ عقیدہ وعبادت میں اور اخلاق و معاملات میں ظلم اور بے انصافیاں عام تھیں۔ اسلام نے جگہ جگہ انسان کو راہ ہدایت عطا فرمائی اور رسول اللہ نے جاہلیت کے تمام ظلم وضلالت کو اپنے قدموں تلے روند دیا اور گمراہی سے ہدایت کی جانب راہنمائی فرمائی۔

---

[2] سنن أبی داؤد، كتاب المناسک، باب صفة حجة النبيﷺ، رقم الحديث: 1905۔
Sunan Abī Dāwūd, Kitāb al-Manāsik, Bāb Ṣifat Ḥajjah al-Nabī ﷺ, Raqm al-Ḥadīth: 1905.

فرمان الٰہی ہے:

{قَدْ اَنزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا، رَسُوْلًا يَتْلُو عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنَاتٍ لِيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ}[3]

"تحقیق اللہ نے تمھاری طرف ذکر (قرآن) نازل کیا ہے۔ (اور) ایک رسول (بھیجا) جو تم پر اللہ کی واضح آیات تلاوت کرتا ہے، تاکہ وہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے، اندھیروں سے روشنی کی طرف نکال لائے۔"

اللہ پاک نے رسول اللہ کو اس وقت مبعوث فرمایا جب اس کائنات کو آپ کی شدید ترین ضرورت تھی۔ لوگ اللہ کی عبادت کو چھوڑ کر بتوں، ستاروں، آگ اور دیگر مخلوق خدا کی عبادت کرنے لگے تھے۔ اللہ نے رسول اللہ کو بھیجا تاکہ وہ لوگوں کو ایک اللہ کی بندگی کے لیے انھیں راہ حق پر لے آئیں اور دنیا اور آخرت میں لوگ کام یاب ہو سکیں۔ فرمان الٰہی ہے:

{لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ}[4]

"بے شک اللہ نے مومنوں پر احسان کیا جب اس نے ان میں ایک رسول انھی میں سے بھیجا، وہ انھیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور انھیں پاک کرتا ہے اور انھیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے اور یقیناوہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔"

اور اسی طرح فرمان الٰہی ہے:

{كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ}[5]

---

[3] **الطلاق 11,10:65۔**

Al-Ṭalāq 65:10-11.

[4] **آل عمران 164:3۔**

Āl-‘Imrān 3:164.

[5] **البقرة 151:2۔**

Al-Baqarah 2:151.

”جیسے ہم نے تم میں ایک رسول تمھی میں سے بھیجا ہے، وہ تم پر ہماری آیتیں تلاوت کرتا اور تمھیں پاک کرتا ہے اور تمھیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تمھیں وہ (باتیں) سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے۔“

ث. غیر مسلموں کی مخالفت کی ہدایت

چنانچہ ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ دین اسلام کو مضبوطی سے تھام لے اور جاہلیت کے تمام کفریہ اور شرکیہ عقائد و عبادات، اخلاق و معاملات چھوڑ دے۔ رسول اللہ نے فرمایا:

’أبغض الناس الی الله ثلاثة: ملحد فی الحرم، ومبتغ فی الاسلام سنة الجاهلية، ومطلب دم امریء بغیر حق لیهریق دمه‘[6]

”تین طرح کے لوگوں سے اللہ شدید بغض رکھتا ہے: حرم میں فساد برپا کرنے والا، اسلام میں جاہلیت کا طریقہ چاہنے والا اور کسی ناحق انسان کے خون کا طالب تاکہ اسے بہادے۔“

اسلام کا تقاضا ہے کہ ہم اپنے محبوبe کی صورت اور سیرت سے محبت کرتے ہوئے ان کی مبارک سنتوں کو اپنی زندگی میں جگہ دے کر اللہ تعالیٰ کے سامنے سرخرو ہوں اور اس خوفناک دن کی رسوائیوں سے بچ سکیں جب کوئی کسی کا مددگار اور حمایتی نہ ہوگا۔

نبی اکرم نے موقع بہ موقع اپنے اصحاب کو غیر مسلموں کی مخالفت کرنے کا حکم دیا۔ خواہ وہ یہودی ہوں، نصاریٰ ہوں یا مشرکین، آپ نے ان سے محبت و مودت اور دوستی سے منع فرمایا ہے جیسا کہ اللہ پاک نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے کہ یہود و مشرکین مومنوں کے شدید ترین مخالف ہیں۔ فرمان الٰہی ہے:

{يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لاَ تَتَّخِذُوْا عَدُوِّی وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَ كُمْ مِّنَ الْحَقِّ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِیْ سَبِيْلِیْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِیْ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَا اَخْفَيْتُمْ وَمَا اَعْلَنْتُمْ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ، اِنْ يَّثْقَفُوكُمْ يَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً وَّيَبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ وَوَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ، لَنْ تَنفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلاَ اَوْلاَدُكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

[6] صحيح البخاري، كتاب الديات، باب من طلب دم امرئ بغير حق، رقم الحديث: 6882۔
Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, Kitāb al-Diyāt, Bāb Man Ṭalab Dam Imrī’ Bighayr Ḥaqq, Raqm al-Ḥadīth: 6882.

يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ، قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ}[7]

"اے ایمان والو! تم میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔ تم ان کی طرف دوستی کا پیغام بھیجتے ہو، حالانکہ وہ اس حق (سچے دین) کے یقینا منکر ہوئے ہیں جو تمھارے پاس آیا ہے۔ وہ رسول کو اور خود تمھیں بھی جلاوطن کرتے ہیں، اس لیے کہ تم اپنے رب اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ اگر تم میرے راستے میں جہاد کے لیے اور میری رضا ڈھونڈنے کے لیے نکلے ہو (تو کفار کو دوست نہ بناؤ)، تم ان کو دوستی کا خفیہ پیغام بھیجتے ہو، اور میں خوب جانتا ہوں جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو کچھ ظاہر کرتے ہو۔ اور تم میں سے جو کوئی ایسا کرے گا تو یقینا وہ سیدھی راہ سے بھٹک گیا۔ اگر وہ تم پر قابو پائیں تو تمھارے (بدترین) دشمن ہو جائیں اور اپنے ہاتھ اور اپنی زبانیں تمھاری طرف برائی (کی نیت) سے دراز کریں اور وہ چاہیں کاش! (کسی طرح) تم بھی کافر ہو جائو۔ تمھارے رشتے ناتے قیامت کے دن تمھیں ہرگز نفع نہیں دیں گے اور نہ تمھاری اولاد ہی، وہ (اللہ) تمھارے درمیان فیصلہ کرے گا، اور اللہ اسے خوب دیکھنے والا ہے جو تم عمل کرتے ہو۔ یقینا تمھارے لیے بہترین نمونہ ہے ابراہیم اور ان لوگوں میں جو اس کے ساتھ تھے، جب انھوں نے اپنی قوم سے کہا تھا: بے شک ہم تم سے اور ان سے بری ہیں جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو۔ ہم تم سے منکر ہوئے، ہمارے اور تمھارے درمیان ہمیشہ کے لیے دشمنی اور بغض ظاہر ہو گیا، حتیٰ کہ تم اللہ اکیلے پر ایمان لے آؤ۔"

اللہ رب العزت کی طرف سے بواسطہ نبی اکرم اُمت محمدیہ کو غیر مسلم کفارو یہود اور نصاریٰ سے دور رہنے کی متعدد مقامات پر تلقین کی گئی، مثلاً:

{يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى أولياء، بَعْضُهُمْ أولياء بَعْضٍ، وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ، فاِنّه مِنْهُمْ، انّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ}[8]

---

[7] ممتحنة 60:1-4۔

Al-Mumtaḥinah 60:1-4.

[8] المآئدة 5:51۔

Al-Māʾidah 5:51.

”اے ایمان والو! مت بناو یہود اور نصاریٰ کو دوست۔ وہ آپس میں دوست ہیں ایک دوسرے کے، اور جو کوئی تم میں سے دوستی کرے اِن سے، تو وہ انھی میں سے ہے۔ بے شک اللہ ہدایت نہیں دیتا ظالم لوگوں کو۔“

{يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لاَ تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا}[9]

”اے ایمان والو تم نہ ہو (جائو) ان کی طرح جو کافر ہوئے۔“

جب اسلام یہ کہتا ہے کہ یہود و نصاریٰ اور مشرکین کے ساتھ دوستی ہر گز نہیں ہو سکتی بلکہ ان کے ساتھ عداوت و نفرت کا معاملہ ہے یہاں تک کہ وہ بھی ایمان لے آئیں، تو ان کے دینی شعائر اور سماجی و معاشرتی رویوں اور عادتوں سے گریز اور نفرت کرنا دین کا اولین تقاضا ہوا، کیونکہ ان کے تمام افعال سے دشمنی اور بغض و کینہ کا اظہار ہوتا ہے۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

{يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ وَ مَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ، هٰۤاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ وَ اِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا وَ اِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ، اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَ اِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا وَ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ}[10]

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم اپنوں کے سوا کسی کو دلی دوست نہ بنائو، دوسرے لوگ تمھیں برباد کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے۔ وہ چاہتے ہیں کہ تم مصیبت میں پڑو۔ تحقیق ان (کے دلوں) کی دشمنی ان کے مونہوں سے ظاہر ہو چکی ہے اور وہ اپنے سینوں میں جو (بغض و عناد) چھپاتے ہیں وہ کہیں زیادہ ہے۔ یقینا ہم نے تمھارے لیے آیتیں کھول کر بیان کی ہیں اگر تم عقل رکھتے ہو۔ خبر دار! تم تو وہ لوگ ہو جو ان سے محبت رکھتے ہو، جبکہ وہ تم سے محبت نہیں

---

[9] آل عمران 159:3۔

Āl-‘Imrān 3:159.

[10] آل عمران 118-120:3۔

Āl-‘Imrān 3:118-120.

رکھتے۔ تم سب کتابوں پر ایمان رکھتے ہو (جبکہ وہ ایسا نہیں کرتے) اور وہ تمھارے سامنے تو اپنے ایمان کا اقرار کرتے ہیں مگر جب تنہا ہوتے ہیں تو تم پر اپنی انگلیاں غصے کے مارے چباتے ہیں۔ (ان سے) کہیے: تم اپنے غصے ہی میں مر جائو۔ بے شک اللہ دلوں کے راز خوب جانتا ہے۔ اگر تمھیں کوئی بھلائی پہنچے تو وہ انھیں بری لگتی ہے اور اگر تمھیں کوئی تکلیف پہنچے تو وہ اس پر خوش ہوتے ہیں۔ اور اگر تم صبر کرو اور پرہیز گاری اختیار کرو تو ان کا مکر تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ بے شک اللہ نے ان کے اعمال کو گھیر رکھا ہے۔"

اس طرح اہل یہود کے بارے میں فرمان الٰہی ہے:

{تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَ فِى الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ، وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ، لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا}[11]

"آپ ان میں سے بہتوں کو دیکھیں گے کہ وہ ان لوگوں سے دوستی کرتے ہیں جنھوں نے کفر کیا۔ یقینا برا ہے جو ان کے نفسوں نے ان کے لیے آگے بھیجا کہ اللہ ان سے ناراض ہو گیا اور وہ ہمیشہ عذاب میں رہنے والے ہیں۔ اور اگر وہ اللہ پر اور نبی پر اور اس (دین) پر ایمان رکھتے ہوتے جو اس کی طرف نازل کیا گیا، تو ان (کافروں) کو دوست نہ بناتے، لیکن ان میں سے زیادہ تر لوگ نافرمان ہیں۔ (اے نبی!) یقینا آپ سب لوگوں سے اہل ایمان کے ساتھ سخت ترین عداوت رکھنے میں یہودیوں اور مشرکوں کو ضرور پائیں گے، اور اہل ایمان سے قریب ترین دوستی رکھنے میں ضرور ان لوگوں کو پائیں گے۔"

ان آیات کریمہ میں مومنین کو اللہ کی رضا کے لیے کفار سے نفرت اور دشمنی رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ عصر نبوت سے لے کر دورِ حاضر تک یہود کا کینہ اور بغض و عداوت واضح ہے۔

نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

[11] المائدة 5:80-82۔

Al-Mā'idah 5:80-82.

"جو شخص ملتِ اسلامیہ کے علاوہ کسی اور امت کے ساتھ مشابہت اختیار کرے تو وہ ہم میں سے نہیں۔" مزید اِرشاد فرمایا کہ "تم یہود اور نصاریٰ کے ساتھ مشابہت اختیار نہ کرو۔"[12]

مبحث دوم: صحابہ و تابعین کا کفار کی تہذیب و تمدن سے اجتناب

أ. اسلامی تشخص کے تحفظ کی فکر

حضرت عمر فاروق کے دورِ حکومت میں جب سلطنتِ اسلامیہ کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا تو فاروقِ اعظم کو اس بات کی فکر دامن گیر ہوئی کہ مسلمانوں کے عجمیوں کے ساتھ اختلاط کی وجہ سے اسلامی امتیازات میں کوئی فرق نہ آ جائے۔ اس خطرے کے پیشِ نظر آپ نے ایک طرف مسلمانوں کو اس سے بچنے کی تلقین کی، تو دوسری طرف غیر مسلموں کے لیے بھی دستور قائم کیا۔

ب. حضرت عمر فاروقؓ کی ہدایات

جیسا کہ حضرت ابو عثمان النہدی کی روایت ہے کہ ہم عتبہ بن فرقد کے ساتھ آذربائیجان میں تھے کہ ہمارے پاس حضرت عمر نے ایک خط بھیجا (جس میں بہت سارے احکامات وہدایات تھیں، منجملہ ان کے ایک ہدایت یہ بھی تھی کہ) تم اپنے آپ کو اہلِ شرک اور اہلِ کفر کے لباس اور ہیئت سے دور رکھنا۔[13]

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عمر بن خطاب نے لکھا تھا:

> اے مسلمانو! ازار اور چادر کا استعمال رکھو اور جوتے پہنو اور اپنے جدِ امجد اسماعیل علیہ السلام کے لباس (لنگی اور چادر) کو لازم پکڑو اور اپنے آپ کو عیش پرستی اور عجمیوں کے لباس اور ان

---

[12] سنن الترمذی، کتاب الاستئذان، باب فی کراھیة اشارة الید فی السلام، رقم الحدیث: 2695۔
Sunan al-Tirmidhī, Kitāb al-Isti’dhān, Bāb fī Karāhiyat Ishārat al-Yad fī al-Salām, Raqm al-Ḥadīth: 2695.

[13] ابن الأثیر جزری، المبارک بن محمد بن محمد، جامع الأصول، رقم الحدیث: 8343، مکتبة دارالبیان، الطبعة الاولیٰ۔
Ibn al-Athīr al-Jazarī, Al-Mubārak ibn Muḥammad ibn Muḥammad, Jāmi‘ al-Uṣūl, Raqm al-Ḥadīth: 8343, Maktabat Dār al-Bayān, al-Ṭab‘ah al-Ūlā.

کی وضع قطع اور ہیئت سے دور رکھو، (مبادا کہ تم لباس اور وضع قطع میں عجمیوں کے مشابہہ بن جائو)، اور موٹے، کھردرے اور پرانے لباس پہنو۔[14]

ت. غیر مسلموں کے لیے عہدِ فاروقی کے اصول

دوسری طرف فاروق اعظم نے اہلِ نصاریٰ اور یہود کو دارالاسلام میں رہنے کی صورت میں بہت سے اُمور کا پابند کیا، جن سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ خلافتِ فاروقی میں بہت ہی مضبوط انداز میں اسلامی تہذیب و تمدن اور اسلامی اَقدار کی حفاظت کا اہتمام کیا گیا۔

چنانچہ فتح شام کے موقع پر نصارائے شام کے عہدِ صلح کے بعد جو شرائط طے کی گئیں وہ یہ تھیں:

ہم (نصارائے شام) مسلمانوں کی تعظیم و توقیر کریں گے، اور اگر مسلمان ہماری مجالس میں بیٹھنا چاہیں گے تو ہم ان کے لیے مجلس چھوڑ دیں گے، اور ہم کسی امر میں مسلمانوں کے ساتھ تشبہ اور مشابہت اختیار نہیں کریں گے، نہ لباس میں، نہ عمامہ میں، نہ جوتے پہننے میں، اور نہ سر کی مانگ نکالنے میں، ہم اُن جیسا کلام نہیں کریں گے، اور نہ مسلمانوں جیسا نام اور کنیت رکھیں گے، اور نہ زین کی سواری کریں گے، نہ تلوار لٹکائیں گے، نہ کسی قسم کا ہتھیار بنائیں گے، اور نہ اُٹھائیں گے، اور نہ اپنی مہروں پر عربی نقش کندہ کروائیں گے، اور سر کے اگلے حصے کے بال کٹوائیں گے، اور ہم جہاں بھی رہیں گے، اپنی ہی وضع پر رہیں گے، اور گلوں میں زنار لٹکائیں گے، اور اپنے گرجوں پر صلیب کو بلند نہ کریں گے، اور مسلمانوں کے کسی راستہ اور بازار میں اپنی مذہبی کتاب شائع نہیں کریں گے، اور ہم گرجوں میں ناقوس نہایت آہستہ آواز میں بجائیں گے، اور ہم اپنے مُردوں کے ساتھ آگ لے کر نہیں جائیں گے۔[15]

---

[14] **البیہقی، الإمام، الحافظ، احمد بن حسین بن علی، شعب الإیمان: 8/253، مکتبة الرشد للنشر والتوزیع، الریاض، الطبعة الاولیٰ، 2003ء۔**

Al-Bayhaqī, Al-Imām, Al-Ḥāfiẓ, Aḥmad ibn Ḥusayn ibn ʻAlī, Shuʻab al-Īmān: 253/8, Maktabat al-Rushd li al-Nashr wal-Tawzīʻ, al-Riyāḍ, al-Ṭabʻah al-Ūlā, 2003.

[15] **ابن کثیر، اسماعیل بن عمر بن کثیر، تفسیر ابن کثیر، التوبة 29:9۔**

Ibn Kathīr, Ismāʻīl ibn ʻUmar ibn Kathīr, Tafsīr Ibn Kathīr, Al-Tawbah 9:29.

مذکورہ بالا شرائط کو دیکھتے ہوئے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ مسلمانوں کے اسلامی تہذیب و تمدن اور تشخص کو برقرار رکھنے کے لیے کس قدر اہتمام کیا گیا، اس لیے کہ اسلام میں غیروں کے طور طریقوں کا داخل ہو جانا مسخِ اسلام اور تخریبِ اسلام ہے۔

ث. ابن تیمیہؒ کا مؤقف

ابن تیمیہ نے بالکل صحیح فرمایا ہے کہ "ان (کفار) کی مخالفت شارع کے نزدیک مقصود ہے، کیونکہ ظاہری چیزوں میں مشابہت کرنے سے باطنی طور پر مودت و محبت اور موالات کی صورت پیدا ہو جاتی ہے، جس طرح کہ باطن کی محبت ظاہر میں مشابہت پیدا کرتی ہے۔ محسوسات اور تجربات اس پر شاہد ہیں۔

ابن تیمیہ مزید فرماتے ہیں:

> "کتاب و سنت اور اجماع سے ثابت ہے کہ کفار کی مخالفت کا حکم دیا گیا ہے اور ان کی فی الجملہ مشابہت سے منع کیا گیا ہے۔ جس چیز میں کسی خرابی کے مضمر ہونے کا احتمال ہو گا اس پر حرام کا اطلاق ہو گا۔ کفار کی ظاہری افعال میں مشابہت مذموم اخلاق و افعال کی مشابہت کا باعث ہو گی، بلکہ اندیشہ ہے کہ مشابہت کا یہ سلسلہ اعتقادات تک دراز نہ ہو جائے۔ اس کے اثرات محسوس طور پر گرفت میں نہیں آسکتے، کیونکہ اس سے جو اصل خرابی پیدا ہوتی ہے وہ بظاہر دکھائی نہیں دیتی لیکن اس کا ازالہ بہت مشکل ہے۔ لہٰذا جو چیز بھی خرابی کا موجب ہو، اس کو شارع نے حرام قرار دیا ہے۔"[16]

مبحث سوم: شرعی نصوص کی روشنی میں مخالفین کی اقسام

شرعی نصوص کی روشنی میں ہم ایسے بہت سے لوگوں کی اقسام کو جان سکتے ہیں:

[16] ابن تیمیہ، احمد بن عبدالحلیم، اقتضاء صراط المستقیم، ص: 83، مکتبۃ دارالسلام، للنشر والتوزیع، الریاض۔

Ibn Taymīyah, Aḥmad ibn ‘Abd al-Ḥalīm, Iqtiḍā’ al-Ṣirāṭ al-Mustaqīm, p. 83, Maktabat Dār al-Salām, Riyāḍ.

أ. عام کفار

مجموعی طور پر بلا تخصیص تمام کفار کی مشابہت سے روکا گیا ہے۔ اس ممانعت میں مشرکین، یہودی، عیسائی، مجوسی، صابی، ملحد، بے دین اور دوسرے کفار سبھی شامل ہیں۔ عبادات، عادات، لباس اور اخلاق، غرض ہمیں ہر اس چیز میں مشابہت اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے جو کفار کے ساتھ خاص ہو۔ رسول اللہ نے جب حضرت عبد اللہ بن عمر کو دو زرد رنگ کے کپڑوں میں ملبوس دیکھا تو فرمایا:

'إِنَّ هٰذِهِ مِنْ ثِيَابِ الْكُفَّارِ فَلَا تَلْبِسُهَا'[17]

"بے شک یہ کفار کا لباس ہے، تم اسے مت پہنو۔"

ب. مشرکین

مشرکین سے عبادات، عید و تہوار اور افعال و اعمال میں مشابہت ممنوع قرار دی گئی ہے۔ اسی طرح سیٹیاں بجانا، تالیاں پیٹنا یا اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کسی کو دنیا میں اپنے لیے اللہ کے ہاں سفارشی یا وسیلہ سمجھنا، قبروں پر نذر و نیاز دینا، چڑھاوے چڑھانا، قربانی وغیرہ پیش کرنا اور بعض دوسرے مشرکانہ افعال ہیں جن میں مشرکوں کی مشابہت سے منع کیا گیا ہے۔ مشرکین کا ایک طریقہ یہ تھا کہ حج میں میدان عرفات سے سورج غروب ہونے سے پہلے ہی لوٹ آتے۔ ایسا کرنا بھی ان سے مشابہت ہے۔ سلف صالحین مشرکوں کے اعمال و خصائص کو ناپسند کرتے تھے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص کا قول ہے:

'من بنى ببلاد المشركين وصنع نيروزهم ومهرجانهم حتى يموت حشر معهم يوم القيامة'[18]

"جس نے مشرکین کے ملک میں گھر بنایا، ان کے نوروز و مہرجان کے جشن منائے اور اسی حال میں اس کی موت آ گئی تو وہ قیامت کے روز انھی کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔"

---

[17] **صحيح مسلم، كتاب اللباس والزينة، باب النهى عن لبس الرجل الثوب المعصفر، رقم الحديث: 2077۔**
Ṣaḥīḥ Muslim, Kitāb al-Libās wal-Zīnah, Bāb al-Nahy ‘an Lubs al-Rajul al-Thawb al-Mu‘aṣfar, Raqm al-Ḥadīth: 2077.

[18] **السنن الكبرىٰ للبيهقي، باب كراهية الدخول على أهل الذمة، رقم الحديث: 19335۔**
Al-Sunan al-Kubrā li al-Bayhaqī, Bāb Karāhiyat al-Dukhūl ‘alā Ahl al-Dhimmah, Raqm al-Ḥadīth: 19335

ت. اہل کتاب

اہل کتاب سے مراد یہودی اور عیسائی ہیں۔ اور ہمیں ان تمام اعمال سے منع کیا گیا ہے جو ان کے خصائص اور شعائر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جیسے یہود و نصاریٰ کے عقائد و عبادات، عادات و اطوار، ان کا لباس، عید تہوار، اسی طرح قبروں پر عمارتیں تعمیر کرنا پھر انھیں سجدہ گاہ بنالینا، تصویریں لگانا، عورتوں کے ذریعے فتنہ انگیزی کرنا، سحری نہ کھانا، صلیب اٹھانا، ان کے تہوار خود منانا یا ان کے تہواروں میں شریک ہونا، یہ تمام ایسے کام ہیں جن میں یہودیوں اور عیسائیوں کی مشابہت ممنوع ہے۔

ث. مجوس

مجوسیوں کی عادات وخصائص میں سے ایک آگ کی پرستش ہے۔ اس کے علاوہ اپنے بادشاہوں اور بڑوں کو حد سے بڑھا کر مقدس جاننا، سر کے پچھلی جانب سے بال منڈوا کر اگلے حصے کے بال چھوڑ دینا، ڈاڑھی منڈوانا اور مونچھیں بڑھانا، سیٹیاں بجانا اور سونے چاندی کے برتن استعمال کرنا، یہ سب مجوسیوں کے اعمال و اطوار ہیں جن کا اختیار کرنا ان کی مشابہت ہے اور جو ممنوع قرار دیے گئے ہیں۔

ج. اہل فارس اور اہل روم

روم اور فارس کے لوگوں کی ایسی باتوں کے اختیار کرنے سے بھی منع کیا گیا ہے جو ان کا امتیاز سمجھی جاتی ہیں۔ جیسا کہ عادات و عبادات اور تمام قسم کے مذہبی رسم و رواج مثلاً اپنے اکابر کی حد سے بڑھی ہوئی تعظیم و تقدیس نیز مذہبی پیشوائوں کی پیروی و اطاعت میں ایسی باتوں کو بھی شریعت سمجھ بیٹھنا جنھیں اللہ تعالیٰ نے شریعت کا درجہ نہیں دیا اور اسی طرح دین میں غیر ضروری تشدد اختیار کرنا ان اقوام کے خصائص ہیں۔

ح. غیر مسلم

غیر مسلم عجمیوں سے مشابہت بھی جائز نہیں۔ اس کی بنیاد نبی کریم کا یہ فرمان ہے:

'نهى أن يجعل الرجل في اسفل ثيابه حريرا مثل الأعاجم اويجعل على منكبيه حريراً مثل الأعاجم'[19]

---

[19] سنن الكبرىٰ للبيهقي، باب ما ينهى عن من المراكب، رقم الحديث: 6340۔
Al-Sunan al-Kubrā li al-Bayhaqī, Bāb Mā Yunhā ‘Anhu min al-Marākib, Raqm al-Ḥadīth: 6340.

"آپ نے اس بات سے منع فرمایا کہ کوئی شخص عجمیوں کی طرح اپنے لباس کے نیچے یا کندھوں پر ریشم کا کپڑا استعمال کرے۔"

اور آپ نے کسی شخص کے لیے تعظیماً کھڑا ہونے سے بھی منع فرمایا۔ بلکہ آپ نے اس بات سے بھی روک دیا کہ اگر امام کسی وجہ سے نماز بیٹھ کر پڑھے تو مقتدی پیچھے کھڑے ہوں، اس احتیاط کو مد نظر رکھتے ہوئے کہ عام دیکھنے والے کہیں یہ نہ سمجھ بیٹھیں کہ کھڑے ہونے والے مقتدی امام کی تعظیم میں کھڑے ہیں۔ حدیث پاک میں اس ممانعت کا سبب یہ بیان کیا گیا ہے کہ یہ طریقہ تعظیم عجمیوں کے انداز سے مشابہت رکھتا ہے۔ چونکہ وہ اپنے اکابر، روساء اور بڑوں کے لیے کھڑے ہوتے تھے اسی لیے یہ عمل مشابہت کی بناء پر ممنوع ٹھہرا۔

حضرت عمر عجمی اور مشرکین و کفار جیسا لباس پہننے سے سختی سے منع فرماتے۔ ایسی بہت سی باتوں کی طرف سلف صالحین نے توجہ دلائی ہے۔

مبحث چہارم: جاہلی اعمال کی ممانعت اور اسلامی تہذیب و تمدن کے بنیادی مقاصد

جاہلیت کے ان تمام اعمال سے عمومی طور پر منع کر دیا گیا ہے جن کا تعلق اہل جاہلیت کے اخلاق و عبادات اور عادات و اطوار سے ہے۔ جیسے بے پردگی یعنی عورتوں کا حسن و زینت دکھاتے پھرنا۔ عریانی و فحاشی اسی طرح جہلاء کی طرح احرام باندھنے کے بعد اپنے اوپر کسی چیز کا سایہ نہ پڑنے دینا ممنوع ہے، جیسے آج کل روافض کرتے ہیں۔ قومی عصبیت، حسب و نسب پر فخر و غرور، دوسرے کے نسب ناموں پر طعن و تشنیع، ماتم کرنا اور ستاروں کے ذریعے بارش مانگنا۔ رسول مقبول نے اسلام کے پیغام کے ساتھ ان تمام جاہلی احوال، افعال، رسم و رواج، آباؤ اجداد کی تقلید اور ان کے نقش قدم کی پیروی اور جاہلیت میں قائم ہونے والے افعال اختلاط مرد و زن اور سود وغیرہ سب پر خط تنسیخ پھیر دیا۔

أ. شیطان

شیطان کی مشابہت سے بھی روکا گیا ہے یعنی شیطانی کاموں سے۔ نبی نے شیطان کے بعض کاموں کا تذکرہ فرمایا اور ان کے اختیار کرنے سے منع فرمایا۔ آپ نے فرمایا:

'لا ياكلن أحدكم بشماله ولا يشرب بها فان الشيطان ياكل بشماله ويشرب بها'[20]

[20] صحیح مسلم، كتاب الاشربة، باب آداب الطعام والشراب و أحكامهما، رقم الحديث: 5267۔

”تم میں سے کوئی بھی اپنے بائیں ہاتھ سے ہرگز نہ کھائے پیے۔ بے شک شیطان اپنے بائیں ہاتھ سے کھاتا پیتا ہے۔“

یہ ایک قابل افسوس امر ہے کہ اب یہ عادت مسلمانوں میں بکثرت پائی جاتی ہے۔ اس کا سبب محض حق سے رُوگردنی تساہل اور بے توجہی ہے۔

ب. عرب کے وہ گنوار بدو جن میں دین راسخ نہیں ہوا

یہ گنوار لوگ بہت سی ایسی عادات اور رسم ورواج کو ایجاد واختیار کرتے ہیں جن کا اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ عموماً یہ چیزیں جاہلیت کی میراث ہوتی ہیں۔ یہ بدو لوگ اپنی عادات، رسم ورواج اور اصطلاحات کے معاملے میں بہت سخت ہوتے ہیں اگرچہ یہ چیزیں شریعت کے مخالفت ہی کیوں نہ ہوں۔ جیسے جاہلی تعصب، حسب و نسب پر فخر، دوسروں کے نسب ناموں پر طعنہ زنی، مغرب کو عشاء کہنا اور عشاء کی نماز کو عتمہ کے نام سے پکارنا۔ طلاق کی قسم اٹھانا یا کاموں کو طلاق سے مشروط کرنا۔ چچا کی بیٹی کو کسی دوسری جگہ شادی کرنے سے روکنا اور اسے اپنے چچازاد ہی سے شادی کرنے پر مجبور کرنا، یہ تمام کام اور اس طرح کی دوسری جاہلی عادات ممنوع ہیں۔[21]

ت. عرب کا دور جاہلیت

عرب قبل اسلام کو ”دور جاہلیت“ کہا جاتا ہے۔ دورِ جاہلیت فتح مکہ پر ختم ہوا۔ جہل، جہالت اور جاہلیت کے لغوی معنی بیوقوفی، سفاہت، حماقت، نادانی اور ظلم کے ہیں۔

کچھ لوگ قبل از اسلام کے عرب کو ایسی زمین سمجھتے ہیں جہاں سرے سے تعقل، تفکر اور تدبر کا شائبہ تک نہ تھا اور یہ ملک دنیا کا غیر مہذب ترین ملک تھا اور یہ قوم دنیا کی بدترین اور پست ترین قوم تھی، حالانکہ امر واقع یہ نہیں ہے کیونکہ ایک ایسی قوم کو احمق، نادان اور غیر مہذب سمجھنا یقینا درست نہیں جس کے تاجروں نے اس عہد کی دنیا کو تمدن وحضارت کے سبق سکھائے جس کے حکمرانوں نے یمن، تدمر اور بصریٰ (شام) میں متمدن حکومتیں قائم کیں اور جس کے شعراء نے دنیا کے شعری ادب کو ایک ایسا گنجینۂ بے بہا عطا کیا جس کے سامنے قدیم یونان کے ادبی

Ṣaḥīḥ Muslim, Kitāb al-Ashribah, Bāb Ādāb al-Ṭa'ām wal-Sharāb wa Aḥkāmuhumā, Raqm al-Ḥadīth: 5267.

[21] کفار سے مشابہت، صفحہ: 36-30، مکتبة دارالسلام، الرياض، 1998ء۔
Kuffār se Mushābahat, p. 30-36, Maktabat Dār al-Salām, Riyāḍ, 1998.

خزانے بھی بے قیمت اور بے قدر ہیں۔ درحقیقت جاہلیت سے مراد ایک ایسا دور ہے جس میں کسی ملک میں کوئی شریعت، کوئی صاحب وحی نبی اور کوئی الہامی کتاب نہ ہو۔ عرب کا دور دو نبیوں کا درمیانی زمانہ یا دور فترت ہے۔ یہ زمانہ حضرت اسمٰعیل کی وفات اور حضرت محمد مصطفی کی بعثت کا درمیانی زمانہ ہے جس میں کوئی شریعت عرب میں باقی نہ رہی۔ حضرت موسیٰ و عیسیٰ کی دعوات مقامی نوعیت کی تھیں۔ یہ نبی صرف بنی اسرائیل کے لیے مبعوث ہوئے تھے اور ان کی تعلیمات سرزمینِ عرب کے لیے نہ تھیں۔

عرب ثقافت و تہذیب کے میدان میں دیگر اقوام سے پیچھے نہ تھے۔ وہ اپنے تہذیبی تنوع کے ساتھ ساتھ مذہبی تنوع کے لیے بھی ممتاز تھے۔

انسانی فطرت میں جہاں الفت و محبت کے جذبات رکھے گئے ہیں، وہیں غیرت، غصے اور انتقام کا عنصر بھی سمو دیا گیا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ انسان بے حسی اور بزدلی کی زندگی بسر نہ کرے، اعلیٰ اقدار کی حفاظت کرے۔ اگر ظالم ظلم اور فساد برپا کرے، غریبوں اور ناتوانوں کو ستائے، ان کے جان و مال اور آبرو پر ڈاکہ ڈالے تو اس سے ڈٹ کر لڑائی لڑی جائے تاکہ اللہ کی زمین پر حق اور انصاف کا بول بالا ہو۔

عرب بہادر بھی تھے، لڑاکے بھی تھے، ان میں غیرت کا مادہ بھی تھا۔ مگر انسان کی گمراہیوں کی داستان عجیب ہے۔ عربوں نے اپنی دلیری اور جنگجوئی کی خوبیاں بھی جہالت کے الائو میں جھونک دیں۔ یہ بات ہم سب جانتے ہیں کہ عربوں کا معاشرہ خانہ بدوشوں کا قبائلی معاشرہ تھا۔ وہ تپتے ہوئے صحرائوں کی وسعتوں میں ٹاپتے پھرتے تھے۔ جہاں کہیں پانی کا ذخیرہ اور عمدہ چراگاہ دیکھ لیتے، وہیں ڈیرے ڈال دیتے تھے۔ پھر کوئی دوسرا طاقتور قبیلہ مٹر گشت کرتا ہوا آتا تو پہلے سے قابض لوگوں سے پانی اور چراگاہ چھیننے کے لیے ان پر حملہ کر دیتا، اُنھیں لوٹ لیتا، مار بھگاتا، ان کی عورتوں اور بچوں کو لونڈی غلام بنالیتا۔ عرب اسی سرکشی اور لاقانونیت کی فضا میں رہتے تھے۔ وہ قافلے لوٹ لیتے تھے۔ کوئی غریب تاجر آجاتا تو اس کا سامان اُڑن چھو کر دیتے تھے۔ تجارتی شاہراہوں پر قبضہ کر لیتے تھے۔ جھوٹی انا اور غرور سے سرشار رہتے تھے۔ لڑنا بھڑنا اور ظلم ڈھانا ہی ان کا مزاج بن گیا۔ ان کے ہاتھوں کسی بھلے مانس کی عزت محفوظ نہیں تھی۔ وہ معمولی معمولی باتوں پر تلواریں سونت لیتے تھے۔

اس معاشرے میں کچھ اچھے اور حساس لوگ بھی تھے۔ وہ اس ظلمت زار میں جگنوئوں کی طرح چمکتے تھے۔ یہ لوگ ظالمانہ لڑائیوں اور غریبوں اور بے گناہوں کی خونریزی پر کڑھتے رہتے تھے۔ یہ چاہتے تھے کہ ظلم اور فساد کا دروازہ بند ہو جائے اور کوئی ستم گر کسی شریف آدمی کو نہ ستائے۔

ث. اسلام میں تہذیب وتمدن کا بنیادی مقصد

ایک مسلمان مؤرخ کسی بھی تہذیب کو محض اس کی مادی کامیابیوں کے پیمانے سے نہیں پرکھتا، بلکہ وہ اس پر بھی غور کرتا ہے کہ خالق نے اپنی مخلوق کو جن بنیادی امور کی انجام دہی کا حکم دیا ہے، انھیں اس تہذیب نے کس حد تک انجام دیا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

{وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ}[22]

"اور میں نے نہیں پیدا کیے جن وانس سوائے اس کے کہ وہ میری عبادت کریں۔

گویا ایک عظیم الشان تہذیب کی علامت یہ ہے کہ وہ سیاسی، سماجی، معاشی، ثقافتی اور مادی پہلوئوں سے ایک ایسا موزوں اور ساز گار ماحول مہیا کرنے میں کامیاب ہو جائے جس میں انسانوں کے لیے ایک خدا کی بندگی اختیار کرنے کے مواقع میسر آجائیں اور وہ اپنی تمام دنیاوی سرگرمیوں میں خدائے واحد کے احکام کو آسانی کے ساتھ پوری پابندی سے اس طرح بجالائیں کہ معاشرے کا کوئی ادارہ اس نصب العین کے حصول میں کسی قسم کی رکاوٹ نہ پیدا کرے۔ معاشرتی اداروں کو یہ اجازت ہرگز نہیں ہونی چاہیے کہ وہ مذہبی عقائد اور ان کی عملی ترویج کے درمیان کسی قسم کا تضاد پیدا کرنے کی کوشش کریں، یا کسی شخص پر یا دبائو ڈالیں کہ اللہ تعالیٰ جو تمام جہانوں کا رب ہے، اس کی طرف سے جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، ان سے انحراف کرے۔ ایک مسلمان مؤرخ کی نظر میں دنیا کی کوئی تہذیب اپنے علوم وفنون اور ادب میں کتنی ہی ترقی کیوں نہ کر جائے، اپنی خوراک، لباس، سامانِ آرائش وزیبائش اور فنون تعمیر میں اس نے کتنے ہی کمالات کیوں نہ حاصل کر لیے ہوں اور مادی ترقی کے دیگر میدانوں میں چاہے وہ اوجِ ثریا کو کیوں نہ چھو رہی ہو، لیکن وہ تہذیب اس وقت تک "پس ماندہ" اور "ناقص" رہے گی، جب تک وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے ساز گار ماحول پیدا کرنے اور شریعت کی شکل میں اس کے احکام کی بجا آوری کا نظام قائم کرنے میں ناکام رہتی ہے۔[23]

---

[22] الذاریات 56:51۔

Al-Dhāriyāt 51:56

[23] اکرم ضیاء عمری، مترجم عذرا نسیم فاروق، مدنی معاشرہ عہد رسالت میں، صفحہ: 24، ادارۃ تحقیقات اسلامی اسلام آباد، طبعہ اولیٰ 2005ء۔

مبحث پنجم: حیاتِ نبوی قبل از بعثت

اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کو نبوت ورسالت کے عظیم منصب پر فائز کرنا تھا، اس لیے آپ ﷺ کی تربیت اور نشوونما ایک منفرد اور اعلیٰ طریقے سے ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے ہر قدم پر آپ ﷺ کی رہنمائی فرمائی اور آپ ﷺ کو جاہلیت کی تمام بری، غیر اخلاقی اور مشرکانہ عادات سے محفوظ رکھا۔ آپ ﷺ کبھی اپنی قوم کی مشرکانہ تقریبات یا رسومات میں شامل نہ ہوئے اور نہ ہی کسی فحش یا غیر مہذب عمل کی طرف مائل ہوئے۔

آپ ﷺ کا بچپن، لڑکپن، اور جوانی پاکیزگی، راست بازی، اور امانت داری کے اصولوں پر مبنی تھے۔ آپ ﷺ نہ صرف اخلاق حسنہ جیسے شرم و حیا، راست گفتاری اور امانت داری سے مزین تھے بلکہ بد گوئی، فحش گوئی، اور دیگر غیر مہذب عادات سے کوسوں دور تھے۔ آپ ﷺ نے کبھی میلے ٹھیلوں یا کھیل تماشوں میں شرکت نہیں کی۔ اگر کبھی ارادہ بھی ہوا تو اللہ تعالیٰ کی خصوصی حفاظت کی بدولت ایسا ممکن نہ ہوا، اور آپ ﷺ کو ان غیر ضروری مشاغل سے بچا لیا گیا۔

آپ ﷺ کا طبعی رجحان اور رویہ بچپن ہی سے اپنے ماحول کے لوگوں سے منفرد اور ممتاز تھا۔ آپ ﷺ بتوں سے شدید نفرت کرتے تھے، جو آپ ﷺ کی توحیدی فطرت کی غمازی کرتی تھی۔ یہ نفرت اُس وقت واضح طور پر نمایاں ہوئی جب بحیرا راہب آپ ﷺ سے گفتگو کر رہا تھا۔ اس دوران اس نے قریش کے طریقے کے مطابق لات اور عُزّیٰ کی قسم کھائی تو آپ ﷺ نے فوراً اعتراض کرتے ہوئے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کو نبوت ورسالت کے عظیم منصب پر فائز کرنا تھا، اس لیے آپ ﷺ کی تربیت اور نشوونما ایک منفرد اور اعلیٰ طریقے سے ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے ہر قدم پر آپ ﷺ کی رہنمائی فرمائی اور آپ ﷺ کو جاہلیت کی تمام بری، غیر اخلاقی اور مشرکانہ عادات سے محفوظ رکھا۔ آپ ﷺ کبھی اپنی قوم کی مشرکانہ تقریبات یا رسومات میں شامل نہ ہوئے اور نہ ہی کسی فحش یا غیر مہذب عمل کی طرف مائل ہوئے۔

آپ ﷺ کا بچپن، لڑکپن، اور جوانی پاکیزگی، راست بازی، اور امانت داری کے اصولوں پر مبنی تھے۔ آپ ﷺ نہ صرف اخلاق حسنہ جیسے شرم و حیا، راست گفتاری اور امانت داری سے مزین تھے بلکہ بد گوئی، فحش گوئی، اور دیگر غیر

Akram Ḍiyā' 'Umarī, Tarjamah 'Azrā Nasīm Fārūqī, Madanī Mu'āshrah 'Ahd Rasūlat meṅ, p. 24, Idārat Taḥqīqāt Islāmī, Islāmābād, Ṭab'ah Ūlā, 2005.

مہذب عادات سے کوسوں دور تھے۔ آپ ﷺ نے کبھی میلے ٹھیلوں یا کھیل تماشوں میں شرکت نہیں کی۔ اگر کبھی ارادہ بھی ہوا تو اللہ تعالیٰ کی خصوصی حفاظت کی بدولت ایسا ممکن نہ ہوا، اور آپ ﷺ کو ان غیر ضروری مشاغل سے بچا لیا گیا۔

'لَا تَسْأَلْنِي بِاللَّاتِ وَالْعُزّٰى شَيْئًا، فَوَاللّٰهِ! مَا أَبْغَضْتُ بُغْضَهُمَا شَيْئًا قَطُّ'[24]

"لات و عزّیٰ کا حلف دے کر مجھ سے کچھ نہ پوچھیے۔ اللہ کی قسم! مجھے ان بتوں سے جس قدر شدید بغض اور نفرت ہے، اتنی کسی اور شے سے نہیں۔"

عروہ بیان کرتے ہیں: "مجھے ام المؤمنین خدیجہ بنت خویلد کے پڑوسی نے بتایا کہ ایک دفعہ اُس نے نبیِ کریم کو سیدہ خدیجہ سے گفتگو فرماتے سنا، آپ خدیجہ سے فرما رہے تھے:

'وَاللّٰهِ! لَا أَعْبُدُ اللاَّتَ أَبَدًا وَّاللّٰهِ! لاَ أَعْبُدُ الْعُزّٰى أَبَدًا

"اللہ کی قسم! میں کبھی لات کی پوجا نہیں کروں گا۔ اللہ کی قسم! میں ہرگز عُزّیٰ کی پوجا نہیں کروں گا۔"

عزّیٰ کے بارے میں عروہ کہتے ہیں کہ یہ اُن (کفار قریش) کا بت تھا جس کی وہ رات کو سونے سے پہلے پوجا کیا کرتے تھے۔[25]

أ. قریش کی عید میں شرکت سے انکار

بوانہ ینبع کے پیچھے ایک چوٹی ہے جو بحیرۂ احمر کے ساحل کے قریب ہے۔ اس کے قریب دو چشمے ہیں جن کا نام قصیبہ اور الجاز ہے۔[26]

---

[24] **اصبہانی، أبي نعيم، احمد بن عبدالله بن احمد، دلائل النبوة، دارالنفائس: 1/169، بیروت الطبعة الثانية، 1986ء۔**

Aṣbahānī, Abī Nu'aym, Aḥmad ibn 'Abd Allāh ibn Aḥmad, Dalā'il al-Nubuwwah, Dār al-Nafā'is: 169/1, Beirut, al-Ṭab'ah al-Thāniyah, 1986.

[25] **مسند أحمد: 4/222 و 5/362۔**

Musnad Aḥmad: 222/4 wa 362/5.

[26] **معجم البلدان، مادة: بوانة۔**

Mu'jam al-Buldān, Māddah: Bawānah.

قریش ہر سال "بوانہ" کے مقام پر اپنے ایک بت کے پاس عید منایا کرتے تھے۔ ایک موقع پر رسول اللہ ﷺ سے بھی اس تقریب میں شامل ہونے کا کہا گیا، لیکن آپ ﷺ نے اس بت کے پاس جانے سے صاف انکار کر دیا۔ اس انکار پر آپ کی پھوپھیوں اور چچا ابو طالب نے ناراضی کا اظہار کیا۔ ان کی ناراضی کو دیکھتے ہوئے آپ ﷺ نے مجبوراً ان کی بات ماننے کا ارادہ کر لیا، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے آپ ﷺ کو اس نجاست سے بچا لیا۔ ایک لمبے قد کا سفید رُو شخص آپ ﷺ کے سامنے ظاہر ہوا اور اس نے آپ ﷺ کو بت کو چھونے سے روک دیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنی زندگی میں کبھی بھی قریش کی کسی عید میں شرکت نہیں کی۔[27]

بیہقی کی روایت سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ آغازِ وحی سے پہلے کے زمانے میں دو فرشتوں نے آپ کو مشرکین کے ساتھ اُن کے میلوں میں جانے سے روک دیا تھا، چنانچہ آپ کبھی کسی میلے اور کھیل تماشے میں نہیں گئے۔[28]

ب. نبوت سے پہلے بھی غیر اللہ کے نام کا ذبیحہ نہیں کھایا

اللہ کے سوا کسی اور کے نام پر ذبح کیے گئے جانور کا گوشت کھانا حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:[29]

> "مردہ جانور، خون، سوّر کا گوشت اور وہ جانور جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے، تمھارے لیے حرام کیے گئے ہیں۔"

نبی کریم ﷺ کی نبوت سے پہلے بھی یہی عادت مبارک تھی کہ آپ غیر اللہ کے نام پر ذبح ہونے والے جانور کا گوشت نہیں کھاتے تھے۔ نبوت سے پہلے بلدح کے نشیب میں نبی اکرم ﷺ کی زید بن عمرو بن نفیل سے ملاقات ہوئی۔ بلدح مکہ کے مغرب میں ایک ندی (وادی) ہے۔ جبل حراء کے پاس اس کا بالائی حصہ وادی العُشَر (مکۃ السدر) کہلاتا ہے، پھر یہ مکہ اور تنعیم کے درمیان وادی فخ کہلاتی تھی جسے اب وادی الزاہر کہا جاتا ہے۔ پھر جبل ملحات سے آگے اس کا نام وادی بلدح تھا جو اب وادی ام دود ہے۔ پھر یہ حدیبیہ (شُمَیسی) کے شمال میں وادی مر الظہران سے

[27] الطبقات لابن سعد : 1/158۔

Al-Ṭabaqāt li Ibn Sa'd: 158/1

[28] دلائل النبوة للبيهقي: 2/35؛ البداية والنهاية: 2/268۔

Dalā'il al-Nubuwwah li al-Bayhaqī: 35/2; Al-Bidāyah wal-Nihāyah: 268/2.

[29] المآئدة 3:5۔

Al-Mā'idah 5:3.

آملتی ہے۔[30] اس موقع پر آپ کے سامنے ایک دستر خوان آراستہ کیا گیا۔ اس پر ایک بت کے نام پر ذبح کیے ہوئے جانور کا گوشت رکھا ہوا تھا۔ آپ نے اُسے کھانے سے انکار کر دیا۔

ت. جھوٹ سے اجتناب

سچائی کا سب سے بڑا حسن یہی ہے کہ وہ سچائی ہے۔ سچائی کو کسی خوف یا طمع کے زیر اثر نہیں بلکہ صرف سچائی کے لیے اختیار کرنا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے جب سے شعور کی آنکھیں کھولیں، سچائی ہی کو اپنا شعار بنایا۔ آپ ﷺ نے ہر طمع سے بے نیاز اور ہر خوف سے بے پرواہو کر سچائی کو صرف سچائی کے لیے اختیار فرمایا جب کہ آپ ﷺ کی ولادت اور بعثت کے دور میں عرب کے مشرکانہ معاشرے میں جھوٹ کی گرم بازاری تھی۔ لوگ اپنا درجہ بڑھانے، عیب چھپانے، دوسروں کا مال ہتھیانے، تجارت بڑھانے، رشتہ داروں اور دوستوں کو مطمئن کرنے اور اپنے جرائم پر پردہ ڈالنے کے لیے دیدہ دلیری سے جھوٹ بولتے تھے بلکہ بعض اوقات خواہ مخواہ دوسروں کو بھٹکا کر یا بیوقوف بنا کر لطف اندوز ہونے کے لیے جھوٹی باتیں بناتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اسی معاشرے میں آنکھ کھولی اور اسی بستی میں پرورش پائی لیکن آپ ﷺ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔

اہلِ مکہ اور ارد گرد کے علاقوں کے سارے باشندے آپ ﷺ کی سیرت مقدسہ کے اس گراں قدر پہلو سے خوب آگاہ تھے کہ آپ ﷺ کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔ اسی لیے وہ آپ کو صادق اور امین کہتے تھے۔ یہ وصف آپ کے نام نامی کی طرح مشہور ہو گیا تھا۔ سچائی وہ اعلیٰ ترین اخلاقی خوبی ہے جو تمام صفاتِ حسنہ کی بنیاد ہے۔ بنیادی طور پر یہ اللہ تعالیٰ کی اپنی عظیم صفت ہے جو وہ اپنے محبوب بندوں کو بھی ودیعت کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بارے میں فرماتا ہے: ”اور اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر بات کا سچا کون ہے؟“[31]

نبیِ کریم ﷺ اس صفت میں بھی یکتا تھے۔ سب انسانوں سے بڑھ کر بے لاگ سچ بولتے تھے۔ بچپن ہی سے آپ کی زبانِ صداقت ترجمان سے ہمیشہ سچائی ہی کا اظہار واعلان ہوتا رہا۔ کبھی کسی صورت کوئی ایسی بات لب مبارک سے نہیں نکلی جو سچائی کے منافی ہو۔

---

[30] معجم البلدان، مادة: بلدح۔

Mu'jam al-Buldān, Māddah: Baldāḥ.

[31] النسآء 87:4۔

Al-Nisā' 4:87.

عبد اللہ بن عمرو ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جو بھی ارشاد فرماتے تھے، میں اُسے لکھ لیا کرتا تھا۔ ایسا میں اس لیے کرتا تھا تاکہ آپ کی تمام باتوں کو اچھی طرح محفوظ کرلوں۔ قریش کے کچھ لوگ کہنے لگے: "ارے بھئی! تم ہر بات لکھ لیتے ہو، حالانکہ نبی کریمe انسان ہیں۔ کبھی خوشی کی حالت میں ہوتے ہیں اور کبھی ناراضی کی حالت میں بھی ہوتے ہیں...۔" یہ بات سن کر میں نے لکھنا چھوڑ دیا، بعد میں یہی بات میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کردی۔ آپ ﷺ نے اپنی انگلی سے اپنے دہنِ مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

'اُكْتُبْ! فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! مَايَخْرُجُ مِنْهُ إِلَّا حَقٌّ'[32]

"تم لکھا کرو! اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس زبان سے حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔"

نبوت کا اعلان کرتے وقت رسول اللہ ﷺ نے سب سے پہلے اپنے مخاطبین سے اپنی سچائی کے بارے میں گواہی طلب کی تو سب لوگوں نے بلا تامل یک زبان ہو کر کہا:

'مَا جَرَّبْنَا عَلَيْكَ إِلَّا صِدْقًا'[33]

"ہم نے آپ کو جب بھی آزمایا، ہمیشہ سچا ہی پایا ہے۔"

نبی ﷺ کے بدترین مخالفین بھی آپ کی سچائی کا لوہا مانتے تھے۔ وہ آپ پر جھوٹ بولنے کا الزام لگانے کی کبھی جرأت نہ کر سکے۔ زمانۂ جاہلیت میں جب ابوسفیان رسول اللہ ﷺ کے سب سے بڑے دشمن تھے اور ہرقل کی طلبی پر اس کے دربار میں گئے تھے، اس موقع پر ہرقل نے اُن سے پوچھا کہ کیا آپ لوگوں نے محمد کے دعوائے نبوت سے پہلے ان پر کبھی جھوٹ کی تہمت لگائی ہے؟ ابوسفیان نے فوراً جواب دیا: "کبھی نہیں۔"[34]

---

[32] سنن أبي داود كتاب العلم، باب كتابة العلم، رقم الحديث: 3646۔
Sunan Abī Dāwūd, Kitāb al-'Ilm, Bāb Kitābat al-'Ilm, Raqm al-Ḥadīth: 3646.

[33] صحيح البخاري، كتاب التفسير، باب وأنذر عشيرتک الاقربين واخفض جنٰحک، رقم الحديث: 4770۔
Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, Kitāb al-Tafsīr, Bāb Wa Andhir 'Ashīrataka al-Aqrabīn wa Akhfiḍ Janāḥak, Raqm al-Ḥadīth: 4770.

[34] صحيح البخاري، كتاب بدئِ الوحی، باب كيف كان بدء الوحی الی رسول اللهﷺ، رقم الحديث: 7۔
Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, Kitāb Bad' al-Waḥy, Bāb Kayfa Kāna Bad' al-Waḥy ilā Rasūl Allāh ﷺ, Raqm al-Ḥadīth: 7.

ث. شرابِ خانہ خراب سے نفرت

نبی کریم ﷺ نے جس ماحول میں پرورش پائی، شراب اُس کا جزوِلازم تھی۔ عرب شراب کے بڑے دلدادہ تھے۔ اس کے بغیر وہ زندگی کا تصور ہی نہیں کرسکتے تھے۔ اُن کی شاعری کا بہت بڑا حصّہ شرابِ خانہ خراب کے بارے میں ہے۔ لیکن یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ منشیات، بالخصوص شراب، انسانی خصائل و فضائل کو بُری طرح مسخ کردیتی ہے، اسی لیے اسلام نے شراب نوشی کو گھِناؤنا شیطانی فعل قرار دیا ہے اور اس سے سختی کے ساتھ روکا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

”اے ایمان والو! حقیقت یہی ہے کہ شراب اور جوا اور شرک کے لیے نصب کردہ چیزیں اور فال کے تیر سراسر پلید اور شیطانی کام ہیں، ان سے بچو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے سے تمھارے درمیان دشمنی اور بغض ڈال دے اور تمھیں اللہ کے ذکر اور نماز سے روک دے۔ کیا تم باز آنے والے ہو؟“[35]

عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ کو فرماتے ہوئے سنا:

’لَعَنَ اللّٰهُ الْخَمْرَ وَشَارِبَهَا وَسَاقِيَهَا وَبَائِعَهَا وَمُبْتَاعَهَا وَعَاصِرَهَا وَمُعْتَصِرَهَا وَحَامِلَهَا وَالْمَحْمُولَةَ إِلَيْهِ‘[36]

”اللہ تعالیٰ نے شراب، اس کے پینے والے، پلانے والے، بیچنے والے، خریدنے والے، نچوڑنے والے، نچڑوانے والے، اسے اٹھانے والے اور جس کی طرف اٹھا کر لے جائی جارہی ہو، ان سب پر لعنت کی ہے۔“

ج. کبھی گانا سننے کا خیال بھی نہیں گزرا

حضرت علی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا:

”اہل جاہلیت جو کام کرتے تھے، مجھے دو دفعہ کے علاوہ کبھی ان کا خیال بھی نہیں گزرا۔ دونوں مرتبہ اللہ تعالیٰ نے میری حفاظت فرمائی۔ (ایک دفعہ) میں نے اپنے ساتھی چرواہے سے، جو

---

[35] المآئدة 5:90,91۔
Al-Mā'idah 5:90-91.

[36] سنن أبي داود كتاب الاشبرة، باب العصير للخمر، رقم الحديث: 3674۔
Sunan Abī Dāwūd, Kitāb al-Ashribah, Bāb al-'Aṣīr li al-Khamr, Raqm al-Ḥadīth: 3674.

میرے ساتھ مکہ کے بالائی علاقے میں قریش کی بکریاں چراتا تھا، کہا: "ذرا تم میری بکریوں کا خیال رکھو تاکہ میں مکہ جاؤں اور دوسرے نوجوانوں کی طرح قصہ گوئی کی محفل میں شرکت کروں۔" وہ بولا: "ٹھیک ہے۔" جب میں مکہ کے قریب پہنچا تو میں نے گانے بجانے کی آواز سنی، میں نے لوگوں سے پوچھا: "یہ کیا ہے؟" انھوں نے بتایا کہ فلاں قریشی شخص کی فلاں خاتون سے شادی ہو رہی ہے، گانے بجانے کی یہ محفل وہیں سجی ہوئی ہے۔ میں وہاں پہنچا تو مجھے نیند آگئی، پھر سورج کی تمازت سے میری آنکھ کھلی۔ میں اپنے ساتھی کے پاس واپس چلا گیا۔ دوسری مرتبہ بھی ایسا ہی معاملہ پیش آیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

'فَوَاللّٰهِ! مَاهَمَمْتُ بَعْدَهَا أَبَدًا بِسُوءٍ مِمَّا يَعْمَلُ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ حَتّٰى أَكْرَمَنِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِنُبُوَّتِهٖ[37]

"واللہ! اس کے بعد میں زمانۂ جاہلیت کی کسی بُرائی کی طرف کبھی راغب نہیں ہوا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی نبوت سے سرفراز فرمادیا۔"

بہت سارے مسائل ہیں جن میں رسول اللہ نے اہل کتاب اور غیر اہل کتاب لوگوں کی شرعی اعتبار سے مخالفت فرمائی ہے۔ ایسے مسائل کا جاننا نہایت ضروری ہے جو ایمان اور اسلامی عقیدے کو خراب کرنے والے ہوں کیونکہ ایمان کو خراب کرنے والے تمام امور سے بچنا نہایت ضروری ہے۔ فرمان الٰہی ہے۔

{وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوْا بِاللّٰهِ أُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْن}[38]

---

[37] ابن بلبان، علی بن بلبان، علاء الدین نیسا فوری، صحيح ابن حبان: 8/57,56، حديث: 6239، موسسة الرسالة، بيروت، الطبعة الثانية، 1414ھ؛ الحاكم، الإمام، محمد بن عبدالله الحاكم، دارالكتب العلمية، المستدرک على الصحيحين: 4/245، حديث: 7619، المكتبة العصرية، صيدا، بيروت، الطبعة الثانية، 1414ھ۔

Ibn Balbān, ʻAlī ibn Balbān, ʻAlā' al-Dīn Nisāfūrī, Ṣaḥīḥ Ibn Ḥibbān: 56-57/8, Ḥadīth: 6239, Mu'assasat al-Risālah, Beirut, al-Ṭab'ah al-Thāniyah, 1414H; Al-Ḥākim, Al-Imām, Muḥammad ibn ʻAbd Allāh al-Ḥākim, Dār al-Kutub al-ʻIlmiyyah, Al-Mustadrak ʻalā al-Ṣaḥīḥayn: 245/4, Ḥadīth: 7619, al-Maktabah al-ʻAṣriyyah, Ṣaydā, Beirut, al-Ṭab'ah al-Thāniyah, 1414H.

[38] العنكبوت 52:29۔

Al-ʻAnkabūt 29:52.

''اور جو لوگ باطل پر ایمان لائے اور انھوں نے اللہ کے ساتھ کفر کیا، وہی خسارہ پانے والے ہیں۔"

خلاصہ بحث

یہ تحقیق دورِ جاہلیت کے مظاہر اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ان کے حل پر روشنی ڈالتی ہے۔ اسلام نے جن اقدار کو متعارف کرایا، ان کا مقصد انسانیت کی اصلاح اور معاشرتی نظام کو بہتر بنانا تھا۔ توحید، مساوات، عدل، اور اخلاقی فضائل جیسے اصول، جنہیں اسلام نے فروغ دیا، آج بھی دورِ حاضر کے مسائل کے حل کے لیے اہم ہیں۔ اس مقالے کا نتیجہ یہ ہے کہ اسلامی تعلیمات نہ صرف ماضی میں بلکہ موجودہ دور میں بھی معاشرتی اور اخلاقی مسائل کے حل کے لیے رہنمائی فراہم کرتی ہیں۔

تجاویز و سفارشات:

* اسلامی تعلیمات کو نصابِ تعلیم میں شامل کیا جائے تاکہ طلبہ دورِ جاہلیت اور اسلامی اصلاحات کو بہتر سمجھ سکیں۔
* جدید سماجی مسائل کے حل کے لیے اسلامی اصولوں کی افادیت پر تحقیقی مطالعے کو فروغ دیا جائے۔
* اخلاقی اور سماجی تربیت کے پروگرام منعقد کیے جائیں جو اسلام کی حقیقی روح کو اجاگر کریں۔
* میڈیا اور سوشل پلیٹ فارمز کے ذریعے اسلامی اقدار کو عام کیا جائے۔
* دورِ حاضر کے چیلنجز کا مقابلہ کرنے کے لیے اسلامی تعلیمات پر مبنی جدید پالیسیز تشکیل دی جائیں۔